OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print): 2519-7932
ISSN (Online): 2521-067X
July-December-2025
Vol. 10, Issue: 38
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کا ایک تنقیدی جائزہ

Critical Review of Javed Ahmad Ghamidi's Principles of Fitrat

Tariq Iqbal
Lecturer Cadet College Kohlu
PhD Scholor Institute of Islamic Studies Bahauddin Zakaria University, Multan:
tariqiqbal391@gmail.com
Jamil Ahmad Nutkani
Assistant professor Institute of Islamic Studies,Bahauddin Zakaria University, Multan:
jamilnutkani111@gmail.com

Abstract:
A critical review of Mr. Javed Ahmad Ghamidi's Usul Fitrat has been conducted. First, an introduction to Javed Ahmad Ghamidi has been presented. After that, a brief introductory review of Mr. Ghamidi's Usul and principles of Sharia has been conducted. In this introduction, Ghamidi's four principles have been presented, which are Fitrat, Sunnah of Abraham, the Books of the Prophets, and the Holy Quran. The first principle, which is the strongest among all the principles of him is Usul e Fitrat. After a detailed critical examination of this principle, it has been proven that the aforementioned principle is contrary to the teachings of the Quran as well as to reasoning. Islamic teachings, the Quran, Hadith, and the scriptures of past prophets require that adultery is forbidden, but the requirement of Fitrat is that it is a necessity, like food, drink, and other necessities, and should be done wherever and however easily available. Similarly, the issue of beards is that beards are in accordance with Fitrat and should be left alone, while Mr. Ghamidi himself is going against his own principles. Similarly, one issue related to the principle of Fitrat is that of Ḥilāt and Ḥirmat. It is the function of Sharia to impose Ḥilāt and Ḥirmat, not Fitrat, to impose Ḥilāt and Ḥirmat. When Ghamidi includes Ḥilāt and Ḥirmat in the principle of Fitrat, a detailed critical examination of the aforementioned principle has been conducted. In which it has been proven

that the argument made from the principle of Fitrat regarding the issue of halal and haram is not at all correct. In fact, Mr. Javed Ahmad Ghamidi's principle of Fitrat is a principle he himself devised, which no one has adopted or argued from in the fourteen hundred years of Islamic history.
Kyewords: Principles, Fitrat, devised, Hilat, Hurmat, consider beards.

جاوید احمد غامدی فراہی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے عصر حاضر کے ایک معروف و مشہور دانشور، مفکر، مصلح، شارح قرآن اور ماہر تعلیم ہیں۔ آپ 1951ء میں صوبہ پنجاب کے ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے، وہیں سے میٹرک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1967ء میں لاہور چلے گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، گورنمنٹ کالج لاہور سے 1972ء میں بی اے آنرز کا امتحان پاس کیا۔[1]

نام ونسب :

جاوید احمد غامدی کے نام کے بارے میں مختلف روایات لوگوں کے زبان زد ہیں۔ ان سب روایات کو جمع کرتے ہوئے شاہ عمران حسن "حیات غامدی" میں لکھتے ہیں:

"جاوید احمد غامدی کی پیدائش ہوئی تو سب سے پہلے ان کے نام کا مسئلہ پیدا ہو گیا، ان کی والدہ نے ان کا نام جاوید رکھا تو والد نے انہیں "کاکو شاہ" پکارنا شروع کردیا، پھر گھر کے کسی فرد نے شفیق نام رکھ دیا تو کسی نے "کاکا محمد" رکھا، غرض کہ ان کے خاندان کے لوگ اُنہیں اپنے اپنے پسند کے نام سے پُکارنے لگے۔"[2]

علمی پس منظر:

جناب جاوید احمد غامدی کی علمی وابستگی حضرت مولانا حمید الدین فراہی سے ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ علیہ برصغیر پاک وہند کے سرکردہ علماء کرام میں سے تھے اور مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ کے ماموں زاد تھے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا شبلی رحمہ اللہ علیہ کے علاوہ مولانا عبدالحئ فرنگی محلی رحمہ اللہ، مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمہ اللہ اور پروفیسر آرنلڈ شامل ہیں۔ دینی درسیات کی تکمیل کے بعد انہوں نے جدید تعلیم بھی حاصل کی اور وہ بیک وقت عربی، اردو، فارسی، انگلش اور عبرانی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ حیدر آباد دکن کے دارالعلوم کے پرنسپل رہے جسے بعد میں جامعہ عثمانیہ کے نام سے یونیورسٹی کی شکل دے دی گئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ دارالعلوم کو

---

[1] ۔ شاہ عمران حسن، حیات غامدی، رہبر بک، نیو دہلی، ۲۰۱۷، ص: ۲۳

Shāh Imrān Hasan,Hayat e Ghamidī,Rihbar boūk,New Dihlī,2017,23

[2] ۔ ایضاً

Ibid

"جامعہ" کی شکل دینے میں مولانا فراہی رحمہ اللہ کی سوچ اور تحریک بھی کارفرما تھی۔ بعد میں حیدر آباد کو چھوڑ کر انہوں نے لکھنو کے قریب سرائے میر میں مدرسۃ الاصلاح کے نام سے درسگاہ کی بنیاد رکھی اور قرآن فہمی کا ایک نیا حلقہ قائم کیا جو اپنے مخصوص ذوق اور اسلوب کے حوالہ سے انہی کے نام سے منسوب ہو گیا۔

علمی مقام و مرتبہ:

علامہ جاوید احمد غامدی 1980 سے تحقیقی و علمی کام میں مشغول رہے ہیں۔ وہ علماء کی قرن اول سے رائج روایتی سوچ و فکر سے ہٹ کر عقلی بنیاد پر افہام و تفہیم اور سوچ و فکر کے قائل ہیں۔ علامہ کا وسیع علمی مطالعہ اور شعور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے ایک روایتی اور مقید حدود سے ہٹ کر وسیع علم کے لیے مختلف افکار و نظریات، تاریخ و دیگر علوم کا مطالعہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ان کے فکری رجحان میں کافی زیادہ جدت پیدا ہو گئی، جس کی وجہ سے روایتی علماء کے حلقہ میں انہیں کچھ زیادہ پسند نہیں کیا جاتا، لیکن ایک بعض روشن خیال علمی حلقوں میں آپ بہت مقبول تصور کئے جاتے ہیں اور ان کو کافی زیادہ پسند کیا جاتا ہے، غامدی صاحب نے ۱۹۰۸ء میں ادارہ "المورد" کی بنیاد رکھی۔ علوم اسلامیہ کے اس ادوار کی تاحال سرپرستی کر رہے ہیں۔[3]

جاوید احمد غامدی کے اُصول و مبادی کا مختصر تعارف:

احکام کے استخراج اور استنباط کے لیے جمہور اُمت اور آئمہ اربعہ نے جو متفقہ اُصول و مبادی وضع کیے ہیں ان کی تعداد تقریباً چار ہے اور انہی چار بڑے مشہور آئمہ کرام کا اتفاق بھی ہے جہاں تک بات ہے جناب جاوید احمد غامدی کی تو ان کے یہاں بھی اُصول و مبادی چار ہی ہیں مگر وہ جمہور اُمت سے یکسر مختلف ہیں آپ نے ماخذ دین یا اُصول شریعت مندرجہ ذیل چار بتلائے ہیں یہی بات جاوید احمد غامدی نے اپنی تالیف میزان میں یوں لکھی ہیں کہ ماخذ دین درج ذیل ہیں:

1۔ دین فطرت۔

2۔ سنت ابراہیمی۔

3۔ نبیوں کے صحائف۔

---

[3]- http://www.al-mawrid.org, Retrived from 26 august, 2022.

4۔قرآن۔[4]

یہی ترتیب ان کے ہاں درجات میں بھی ملحوظ ہے یعنی سب سے پہلا ماخذ دین فطرت پھر سنت ابراہیمی پھر نبیوں کے صحائف اور آخر میں قرآن ہے یعنی اگر ان اُصولوں میں کبھی تضاد آجائے تو ترجیح فطرت اور عقل کو ہوگی پھر دوسرے درجے میں سنت ابراہیمی کو پھر نبیوں کے صحائف جیسے: تورات اور انجیل وغیرہ کو ہوگی آخر میں قرآن کا درجہ ہوگا۔

اُصول فطرت کا تعارف:

جناب جاوید احمد غامدی کے اُصولوں میں سب سے پہلا اور بنیادی اُصول فطرت ہے اور وہ اسے بہت ہی اہمیت دیتے ہیں، ان کے یہاں فطرت انسانی عقل کی طرح ایک ایسا ملکہ ہے جس سے خیر وشر کی پہچان ہوتی ہے یہی قرآن کریم میں سورۃ الشمس کے مضمون کا خلاصہ ہے:

"ونفس وماسواھافالھمھافجورھاوتقوھا۔"[5]

"قسم ہے انسانی جان اور اس کو خوبصورت بنانے والے کی پس انہوں نے اس جان میں بدکاری اور تقوی کی بات ڈال دی۔"

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی نے انسانی نفس کے اندر ایک ایسا مادہ رکھا ہے جس سے خیر وشر کی پہچان ہوتی ہے،اسی کو فطرت کے معنی میں لیا جاسکتا ہے،فطرت انسانی کا تذکرہ قرآن اور حدیث میں متعدد مقامات پر ہوا ہے چنانچہ فطرت کے بارے میں قرآن کریم میں ایک مقام پر ارشاد ہے:

"فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا"[6] "اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر انہوں نے انسانیت کو پیدا کیا۔"

اسی طرح مختلف احادیث میں ایک روایت منقول ہے یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام ابوداودؒ کی سند سے نقل کیا جاتا ہے:

---

[4] ۔غامدی جاوید احمد،میزان،لاہور،المورد،۲۰۰۹ء،ص:۳۷

Ghāmdī,jawed Ahmad,Mīzān,Al morad,Lāhor,2009, p 2

[5] ۔سورہ الشمس،91: 7۔8

Al-Qurān, 91:7-8

[6] ۔سورت الروم، 30:30

Al-Qurān,30:30

"عن أبي هريرةقال:قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم كل مَولودٍ يولدُ على الفِطرة، فأبواهُ يُهودانِهِ وينصّرانه، كما تَناتَجُ الإبِلُ من بهيمةٍ جمعاءَ، هل تُحِسُّ من جَدْعَاءَ؟"[7]

"ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نومولود بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔"

یہ اس لفظ کے حوالے سے قرآن اور حدیث کی عبارات تھیں جو یہاں نقل کی گئیں، لفظ "فطرت" کو علماء کرام نے مختلف معانی میں استعمال کیا ہے جب کہ ان سب کے برعکس جاوید احمد غامدی نے اس لفظ کو ایک الگ اصطلاحی معنی میں لیا ہے اور اس کے یہاں بہت ہی قابل اہمیت ہے اسی وجہ سے غامدی کے ہاں سب سے پہلا اور اہم اُصول فطرت ہے وہ اس اُصول کے تحت بہت سارے احکام و مسائل کا استخراج واستنباط کرتے ہیں اور خاص کر فقہ میں جہاں حلت اور حرمت کی بحث ہوتی ہے وہاں غامدی اُصول ومبادی فطرت سے ہی استدلال کرتے ہیں اور جب کہیں فطرت کا دیگر دلائل سے تعارض اور ٹکراؤ آجائے تو ان دیگر ادلہ میں تاویل کرتے ہیں اور فطرت کو دیگر ادلہ پر ترجیح دیتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کا ایک تنقیدی جائزہ:

جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت جسے انہوں نے ایک خاص معنی میں لیا ہے وہ یہ کہ انسان کے اندر ودیعت ایک ایسا مادہ جس سے خیر وشر کی پہچان ہوتی ہے اور وہی فطرت جناب جاوید احمد غامدی کے یہاں ایک تشریعی اُصول ہے، اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو اُصول شریعت میں فطرت کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں ہے اس کی کئی وجوہات ہیں:

ا۔سب سے پہلی اور اہم بات یہ کہ جناب غامدی فطرت کے حوالے سے ایک اُصولی بحث میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر فطرت میں اختلاف رونما ہوجائے تو جمہور کی فطرت کا اعتبار ہوگا اس میں شبہ نہیں کہ انسانوں کی یہ فطرت کبھی مسخ بھی ہوجاتی ہے لیکن دنیا میں انسانوں کی عادات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد بالعموم غلطی نہیں کرتی۔"[8]

---

[7]۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب السنہ، باب فی ذراری المشرکین، ح:۴۷۱۴، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، 2009، ج:۷، ص:۹۸

Abu Dāwood,Sulemān ībn e Ashās,Al-Sunān,Kītābusunnā,Babu fi Zurāre Al-Mushreqeen,Hādes No:3714,7,98

مگر عجیب بات یہ ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی کے اسی اُصول ومبادی فطرت کو اگر سامنے رکھا جائے تو مندرجہ ذیل خرابیاں سامنے آتے ہیں:

اس وقت دنیا میں جمہور اُمت موسیقی اور میوزک کو حرام اور ناجائز سمجھتی ہے تو پھر جاوید احمد غامدی اس کو حلال کیوں سمجھتے ہیں۔ آج کل مغرب میں سور کی ایک قسم کی فارمنگ ہوتی ہے اور ان کو فارم میں پالا جاتا ہے جس کو اکثر لوگ حلال سمجھتے ہیں اور اسے بلا چوں وچرا کھاتے ہیں۔اسی طرح مسلم اُمت کے علاوہ مغرب کی ایک بڑی تعداد زنا اگر باہمی رضامندی سے ہو تو اسے جائز قرار دیتے ہیں جمہور کی اس رائے کو دیکھتے ہوئے جناب غامدی کے اُصول ومبادی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ بھی حلال اور جائز ہونا چاہیے۔

جہاں تک بات ہے مسلم اُمت میں گناہ اور سور کے حرام اور ناجائز ہونے کی تو اس کی وجہ فطرت نہیں بلکہ اس کی وجہ قرآن اور حدیث کے فرمودات ہیں اگر قرآن اور حدیث کے فرمودات کو سامنے نہ رکھا جائے تو دین اسلام میں اور کوئی چیز سور اور زنا وغیرہ کی حرمت پر دال نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول ومبادی فطرت کا تقاضہ ہے کہ بنی نوع انسان شارع ہیں اور انسانوں کو فطرت حاصل ہونے کی وجہ سے حلت وحرمت کا حق حاصل ہے جب کہ شارع تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے علاوہ کسی کو حلت اور حرمت کا حق حاصل نہیں غامدی اس اُصول ومبادی کی تشریح یوں کرتے ہیں:

"اس دین کی تاریخ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی نے دنیا میں بھیجا تو اس کے بنیادی عقائد کو ابتداء ہی سے ان کی فطرت میں ودیعت کر دیا پھر حضرت آدم کی وساطت سے اسے بتادیا کہ اس کی ضرورتوں کے پیش نظر اس کا خالق وقتاً فوقتاً اپنی ہدایت اس سے بھیجتا رہے گا چنانچہ پروردگار نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور انسانوں ہی سے کچھ ہستیوں کو منتخب کر کے ان کے ذریعے یہ ہدایت بنی آدم کو پہنچائی اس میں حکمت بھی تھی اور شریعت بھی۔"[9]

غامدی کی اس عبارت سے کئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ انسانی فطرت میں کچھ بنیادی چیزیں ودیعت کر دی گئی ہیں جن کے لیے وحی کی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی انسانی فطرت میں موجود ہے۔

---

[8] ۔غامدی جاوید احمد، میزان، ص:۳۶

Ghāmdī,jawed Ahmad,Mīzān,36

[9] ۔ایضاً، ص:۳۵

Ibid ,35

۱۔اگر ایسا ہی ہے تو پھر دنیا کی اکثر آبادی کفار کی کیوں ہے حالانکہ ان کی فطرت میں بنیادی عقائد موجود ہیں اور سب سے پہلی بنیادی حقیقت تو اسلام ہے۔

۲۔جب اسلام ان کی فطرت میں داخل ہے تو پھر تبلیغ اسلام کا کیا مطلب ہوا؟اور کیا فائدہ ہوا؟

۳۔انسان کا جونہی دنیا میں نزول ہوا تو فوراد شمنی کیوں شروع ہوئی حالانکہ ان کی فطرت میں تھا کہ دشمنی اور کفر غلط چیزیں ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

" قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ"[10]

"اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے آدم و حواء آپ دونوں جنت سے نیچے اُتر جاؤ اور وہاں تم لوگ دشمن ہوں گے ایک دوسرے کے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت کو فطرت کے سوا وحی کی ضرورت ہے اور فطرت بغیر وحی کے کچھ بھی نہیں ہے۔تیسری بات یہ کہ اگر وحی کے مدمقابل فطرت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو وحی کی ضرورت نہیں ہے تو پھر اللہ تعالی آدم علیہ السلام کو کیوں فرمارہے ہیں:

"فَإِمَّايَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَايَضِلُّ وَلَايَشْقَى"[11]

"اور اگر تم کو میری طرف سے ہدایت آئے گی تو جس نے اس کی اتباع کی وہ نہ بھٹکے گا اور نہ بدبخت ہوگا۔"

اسی طرح سورہ البقرہ میں ہے:

"قُلْنَااهْبِطُوامِنْهَاجَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"[12]

"ہم نے کہا کہ سب کے سب نیچے اُترو میری طرف سے اگر ہدایت آجائے اور تم اس ہدایت کی پیروی کرو گے تو آپ لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی تم لوگ غمگیں ہوں گے اور جنہوں نے اس ہدایت سے روگردانی کی اور کفر اختیار کر کے اس ہدایت کو جھٹلانے لگے تو یہ لوگ آگ والے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

---

[10] ۔سورۃ طٰہٰ:20: 123

Al-Qurān,20:123

[11] ۔ایضاً

Ibid

[12] ۔سورہ البقرۃ2: 39-38

Al-Qurān,2: 38-39

اس آیت کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پوری رہنمائی صرف اور صرف وحی سے ہی حاصل ہو گی اس کے علاوہ فطرت ایسی چیز نہیں ہے جو کسی طور پر بغیر وحی کے کسی بھی طرح رہنمائی کرے بلکہ فطرت ہر وقت وحی کی محتاج ہوتی ہے۔

چوتھی بات یہ کہ غامدی نے لکھا ہے کہ پہلے فطرت انسان کے اندر ودیعت کر دی گئی ہے پھر دنیا میں اس کا نزول ہوا جب کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہی انسان کو اس دنیا میں بھیجا ساتھ ہی وحی الٰہی سے رہنمائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس نے اپنی عقل فطرت پر زندگی گزارنے کا مدار رکھا تو وہ ناکام ہوا اور جس نے وحی کی اتباع کی اسے نہ دنیا میں کسی قسم کا خوف لاحق ہوا اور نہ ہی آخرت میں اسے کوئی پریشانی ہو گی۔

پانچویں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر فطرت میں اتنی استعداد ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا دعوی ہے کہ وہ وحی کے بغیر بھی اچھے اور برے کی پہچان کر سکتی ہے اور یہ حلت و حرمت کا معیار اور میزان بن سکتی ہے تو پھر فطرت کو طبیعت انسانی میں ودیعت کرنے کے بعد وحی کی ضرورت ہی کیا اور کیوں ہے؟ انبیاء اور پیغمبروں کے سلسلے کا کیا فائدہ؟ پھر تو فطرت ہی کافی تھی۔

چھٹی بات فطرت کے حوالے سے یہ کہ غامدی نے فطرت انسانی کو مصدر شریعت بنا دیا ہے اور اس کے ذریعے حلت و حرمت کے فقہی مسائل کا استخراج و استنباط کیا ہے جب کہ اُمت کی 1400 سالہ تاریخ میں کسی نے فطرت کو اُصول و مبادی شریعت نہیں بنایا اور نہ ہی اس پر فقہی مسائل کے استخراج کا مدار رکھا ہے جناب غامدی کے بر خلاف اُمت مسلمہ اور شریعت اسلام میں یہ اُصول ہے کہ فقہی احکام میں سے فطرت اور عقل سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی دلیل یہ ہے کہ اگر فطرت کو ہی اُصول و مبادی شریعت مان لیا جائے تو اس صورت میں وحی کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر کسی کے پاس کوئی نبی نہیں آیا ہو تب بھی اس کا مواخذہ ہو گا جب کہ یہ قرآن کریم کی صریح آیت کے خلاف ہے جیسا کہ سورۃ الاسراء میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا"[13]

"کسی کو ہم تب تک عذاب میں مبتلا نہیں کرتے جب تک ان کے پاس کسی رسول کو مبعوث نہ کریں۔"

---

[13] ۔ سورۃ الاسراء، 151:17

Al-Qurān,17:151

قرآن کریم میں سورہ شمس کے اوپر ذکر کردہ مضمون کے مطابق فطرت خیر و شر کی پہچان کا ذریعہ ہے فطرت کے ذریعے اچھے اور بُرے کی پہچان ہو جاتی ہے مگر خیر کو اختیار کرنا اور شر سے بچنے کی پابندی محض وحی کی وجہ سے ہے فطرت کی وجہ سے نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس شخص کو احکام الٰہی کا پابند نہیں بنایا جس تک وحی نہ پہنچی ہو اگر انسان فطرت کا پابند ہوتا تو ہر حال میں وہ اس بات کا مکلف ہوتا کہ وہ احکام الٰہی کو بجالائے۔

ساتویں بات یہ کہ اگر اُصول غامدی کو ایک اور نظر سے دیکھا جائے تو وہ خود اس اُصول کے برخلاف عمل کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ ڈاڑھی فطرت میں سے ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية"[14]

"دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھوں کو کاٹنا، ڈاڑھی کو بڑھانا۔"

داڑھی باجودیکہ کہ فطرت کا حصہ ہے مگر پھر بھی جناب غامدی داڑھی کی شرعی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں داڑھی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں المورد ویب سائٹ کی ایک ریسرچ میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر اہل علم داڑھی رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں، تاہم ہمارے نزدیک داڑھی رکھنے کا حکم دین میں کہیں بیان نہیں ہوا۔ لہذا دین کی رو سے داڑھی رکھنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ اس معاملے میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے برعکس مردوں کے چہرے پر بال اگائے ہیں اور یہ کہ نبی ﷺ نے بھی داڑھی رکھنا اپنے لئے پسند کیا۔"[15]

یہی بات جناب غامدی نے اپنی کتاب "مقامات" میں بھی لکھی ہے۔[16]

الغرض غامدی کے مذکورہ اُصول پر اگر تنقید کی جائے تو ان کی تنقید کی اور بھی بہت ساری صورتیں بن سکتی ہیں مگر نمونے کے لئے یہی امثلہ کافی ہیں۔

اب یہاں اگر کسی کے ذہن میں سوال اُبھرتا ہو کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ میں ذکر کردہ فطرت سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ وہی غامدی کی مصطلح فطرت نہیں ہے؟ تو اس حوالے سے وضاحت یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

14 ۔ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الطہارت، باب السواک من الفطرۃ، دار الرسالۃ العالمیۃ، ۲۰۰۹م، ج:۱، ص:۳۹

15 Urdu . understanding.islam.org

16 ۔غامدی، جاوید احمد، مقامات، دار الاشراق، لاہور، ۲۰۰۲، ص:۵۵

Ghāmdī,jawed Ahmad,Maqāmāt,Dārulishraq,lāhor,2002,55

"فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا"[17]

"اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر انہوں نے انسانیت کو پیدا کیا۔"

اس آیت کی وضاحت اگر ہم اپنے طور پر کریں یا غامدی کی رائے سے رہنمائی لیں اس سے بہتر ہے کہ جس ذات پر قرآن کا نزول ہوا ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ:

"عن أبي هريرةقال:قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم كل مَولودٍ يولدُ على الفِطرة، فأبواهُ يُهودانِهِ وينصّرانه"[18]

"ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نومولود بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فطرت سے مراد دین اسلام ہے یہی معنی تمام محدثین اور مفسرین نے لیا ہے جیسا کہ قتادہ، عکرمہ، مجاہد، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور ضحاک اس لفظ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"عن عكرمة ومجاهد والحسن وإبراهيم والضحاك وقتادة في قول الله عز وجل: {فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} قالوا: فطرة الله دين الإِسلام"[19]

"عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک اور قتادہ سے مروی ہے کہ آیت {فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو تفسیر اور حدیث کے امام مانے جاتے ہیں وہ اس لفظ کے حوالے سے اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

"كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه"فالصواب أنها فطرة الله التي فطر الناس عليها، وهي فطرة الإِسلام،وهي الفطرة التي فطرهم عليها"[20]

---

17 ۔سورت الروم:30:30

Al-Qurān,30:30

18 ۔ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب السنہ، باب فی ذراری المشرکین، ح:۴۷۱۴، ج:۷، ص:۹۸

Abu Dāwood,Sulemān ībn e Ashās,Al-Sunān,Kītābusunnā,Babu fi Zurāre Al-Mushreqeen,Hādes No:3714,7,98

19 ۔ایضاً

Ibid

20 ۔ابن تیمیہ، شیخ اسلام، احمد بن عبد الحلیم، الفتاوی، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ، ج:۴، ص:۲۴۵

" صحیح بات یہ ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ "كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أوينصرانه أويمجسانه"اس سے مراد وہی آیت کریمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر انہوں نے لوگوں کو پیدا کیا اور وہ فطرت اسلام ہے۔"

حافظ ابن حجر مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"المراد بالفطرة في هذا الحديث على أقوال كثيرة ... وأشهر الأقوال أن المراد بالفطرة الإسلام "[21]

"اس حدیث میں فطرت ہے اس حوالے سے بہت سارے اقوال مروی ہیں ان میں مشہور قول یہ کہ فطرت سے مراد اسلام ہے۔"

یہاں تو بطور نمونہ کچھ اقوال نقل کئے گئے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے ورنہ ایسے سینکڑوں اقوال علماء مفسرین اور محدثین کے موجود ہیں جن سے بخوبی اس بات کا علم ہوتا ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہی ہے اور کسی دوسری چیز کی کوئی گنجائش نہیں ہے جس سے یہ اشتباہ جاتا رہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ فطرت وہی ہو جس کو جناب غامدی نے ایک خاص مصطلح معنی میں لے کر اسے شریعت کا ماخذ اور اُصول سمجھا ہے۔

الغرض جناب جاوید احمد غامدی فطرت کو شریعت کا اُصول ومبادی اور احکام کے استخراج واستنباط کا ایک اُصول مانتے ہیں جب کہ قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ اور مقتضی عقل کے مطابق فطرت مستقل طور پر اُصول ومبادی شریعت نہیں بن سکتی یہی وجہ ہے کہ جمہور اُمت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہ کسی نے فطرت کو اصل مانا ہے اور نہ ہی دور حاضر میں جناب جاوید احمد غامدی کے علاوہ کوئی عالم اسے اُصول ومبادی شریعت ماننے کا قائل ہے۔

اُصول فطرت اور حلت وحرمت:

ویسے تو جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کے تحت بہت سارے فروعی مسائل آتے ہیں مگر جناب غامدی کے یہاں اُصول فطرت کے فروعی مسائل میں زیادہ توجہ حلت وحرمت کے مسائل کو دی جاتی ہے اور وہ اس پر زیادہ بحث کرتے ہیں لہذا مذکورہ مضمون میں اس بحث کا بطور خاص تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

Ibn e Temeyā,Shāīkhukl īslam,Ahmād ubne Abdul Hāleem,Alfātāwā,Darul Kutābulul īlme,Beroot,1408,4,245

21 ۔ابن حجر، عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۷۹ء، ج:۳، ص:۲۴۷

Ibn e Hājar,Asqālanī,Ahmād ībn e Alī,Fāthul Bārī,Dārul Mārefa, Beroot,1978,3,247

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی چیز کی حلت و حرمت کا مدار نہ عقل ہے اور نہ ہی انسانی فطرت ہے بلکہ جتنے بھی آئمہ فقہ، حدیث اور قرآن اس چودہ سو سالہ تاریخ میں پیدا ہوئے ہیں ان سب کا مذہب اور مسلک یہی رہا ہے کہ شریعت اسلام میں حلت و حرمت کا مدار محض وحی الہی ہے مسلمانوں کی اس چودہ سو سالہ تاریخ کے برعکس جناب جاوید احمد غامدی کا پہلا اُصول فطرت ہے جس سے وہ احکام کے استنباط میں مدد لیتے ہیں یہ اُصول عموماً تو جناب جاوید احمد غامدی کے تمام مسائل میں کارگر ہے مگر جہاں اسلام میں حلت و حرمت کی بحث آتی ہے اس میں یہ اُصول کچھ زیادہ کارگر نظر آتا ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول میں حلت و حرمت کا مدار فطرت ہی ہے اور اُصول فطرت سے استدلال کرکے ہر چیز کی حلت و حرمت کو ثابت کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں جتنی بھی کھانے پینے کی اشیاء ہیں ان میں حلت و حرمت کا مدار انسانی عقل پر ہے اس حوالے سے جناب غامدی کا یہ دعوی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان میں یہ چیز ودیعت کر رکھی ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ چیز حلال ہے اور میرے کھانے کی ہے اور یہ چیز حرام ہے میری کھانے کی نہیں ہے۔

جہاں تک اس اُصول کی بنیاد اور اس کی حقیقت کا مدار ہے تو گذشتہ بحث میں ہم نے مفصل تنقیدی جائزہ لے لیا اور اس اُصول کے فروعی مسائل کے حوالے سے عرض یہ ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی کے یہاں عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ حلت و حرمت کے فروعی احکام مثلاً: کھانے پینے کی چیزوں میں کیا حلال ہے؟ کیا حرام ہے؟ کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا ہے یہ تمام احکام اسی اُصول فطرت کے تحت حل ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی کے مطابق چونکہ اللہ تعالی نے انسان کے اندر خود ایک ایسا مادہ ودیعت کر رکھا ہے جس سے وہ اپنے کھانے پینے کی چیزوں کا ادراک کر سکے کہ ان میں کیا چیز کھانے اور پینے کی ہے اور کیا چیز کھانے اور پینے کی نہیں ہے، حلت اور حرمت کی بحث میں غامدی صاحب کے اصول ومبادی میں سے ایک اصول یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک حلت اور حرمت کی اصل کتاب اللہ اور دیگر کتب ساوی نہیں ہیں بلکہ اس کو انسانی فطرت پر چھوڑا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اس اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ اچھی اور بری چیزوں کی تمیز انسان کی فطرت پر چھوڑی گئی ہے اور وہ بغیر شک شبہ کے یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ کون سی چیز انسان کے لیے اچھی ہے اور کون سی بری۔"[22]

[22] ۔غامدی، جاوید احمد، **میزان**، ص: ٦٢٩

Ghāmdī,jawed Ahmad,Mīzān,629

مطلب یہ کہ کھانے پینے کی چیزوں میں کیا چیز اچھی ہے یعنی کیا چیز کھانے کی ہے اور کیا چیز بُری ہے یعنی کھانے کی نہیں ہے اس کا فیصلہ قرآن، حدیث اور شریعت کی بجائے فطرت ہی کے ذریعے سے ہوتا ہے انسان اپنی عقل کے ذریعے اس کا فیصلہ کر سکتا ہے اس میں کسی اور دلیل شرعی کی ضرورت نہیں ہے قرآن کریم میں حلت اور حرمت کا بیان کرتے ہوئے سورہ البقرہ میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"إِنَّمَاحَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "[23]

"اس نے تو تمہارے لیے صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ حرام ٹھہرایا ہے۔ اس پر بھی جو مجبور ہو جائے۔ اس طرح کہ نہ چاہنے والا ہو، نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالی یقیناً بخشنے والا ہے وہ سراسر رحمت ہے۔"

اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے جناب جاوید احمد غامدی نے حلت و حرمت کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کیا ہے:

"کھانے پینے کی چیزوں میں قرآن نے اصلا یہ چار ہی چیزیں حرام قرار دی ہیں، ان کے علاوہ جو چیزیں کھانے کیلئے موزوں نہیں سمجھی جاتی وہ ممنوعاتِ فطرت ہیں، انسان ہمیشہ سے جانتا ہے کہ شیر، چیتے، ہاتھی، چیل، کوے اور گدھے دستر خوان کی لذت کیلئے نہیں بلکہ سواری کیلئے پیدا کیے گئے ہیں ان جانوروں کے بول و براز کی نجاست سے بھی وہ پوری طرح واقف ہے نشہ آور چیزوں کی غلاظت کو سمجھنے میں بھی اس کی عقل عام طور پر صحیح فیصلہ کرتی ہے۔ چنانچہ خدا کی شریعت نے اس معاملے میں انسان کو اصلاً اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے"[24]

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غامدی نے قرآن کی آیت میں حرمت کو صرف چار چیزوں میں بند کر دیا ہے یعنی وہ اس "انما" کو حصر کے لئے سمجھتے ہیں حالانکہ انما ہر جگہ حصر کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ قرآن میں جگہ جگہ یہی لفظ مستعمل ہے مگر حصر مقصود نہیں ہے جیسا کہ سورہ التوبہ میں ہے:

---

[23] ۔ سورۃ البقرہ: ۲:۱۷۳

Al-Qurān,2:173

[24] ۔ غامدی، جاوید احمد، تفسیر البیان، المورد، لاہور، ج:۱، ص:۳۷

Ghāmdī,jawed Ahmad, Tafseer Albiān, Al morad,Lāhor,Vol 1, p 37

"إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ"[25] "بیشک مشرکین نجس ہیں۔"

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں اگر کہیں کوئی نجاست پائی جاتی ہے وہ مشرک کی شکل میں ہے اس کے علاوہ کہیں پر بھی نجاست نہیں ہے یہاں حصر مقصود نہیں ہے بلکہ اس حوالے سے مفسرین لکھتے ہیں کہ :

"تنبيها على أن النجاسة التامة هى حاصلة للمختص بالشرك"[26]

"اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ مکمل نجاست جو ہے وہ شرک سے حاصل ہوتی ہے۔"

اسی طرح یہ لفظ اور بھی بہت سارے مقامات پر قرآن میں مستعمل ہے مگر حصر مراد نہیں ہے یہی معنی یہاں مذکورہ آیت کریمہ میں بھی مراد نہیں ہے جیسا کہ الموسوعۃ القرآنیہ میں ابراہیم الابیاری فرماتے ہیں:

"ماحرم إلاذلك تنبيهاعلى أن أعظم المحرمات من المطعومات فى أصل الشرع هو هذه المذكورات."[27]

"حرام نہیں ہے مگر یہی اشیاء اس کا معنی یہ ہے کہ قانون شریعت کے مطابق کھانے کی چیزوں میں بری محرمات یہی مذکورہ اشیاء ہیں۔"

جناب غامدی فرماتے ہیں کہ قرآن نے کھانے پینے کی چیزوں میں صرف یہی چار چیزیں ہی حرام قرار دی ہیں اور اسی وجہ سے "انما" حصر کے ساتھ اس کا بیان ہوا ہے یہ جناب غامدی کی غلط فہمی ہے۔

حلت و حرمت کے حوالے سے جناب غامدی کا یہ کہنا کہ قرآن میں صرف یہی چیزیں حرام ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں ہے جس کا دوسرا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ حدیث رسول سے غامدی کے یہاں کوئی حلت و حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اور جہاں تک بات انما وجہ حصر کی ہے تو قرآن کریم میں تو شراب کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے پھر اس وجہ حصر کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ جب کہ جناب جاوید احمد غامدی شراب کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ محرمات فطرت

---

25 ۔ سورہ التوبہ: ۲۸:۱۲

Al-Qurān, 12:28

26 ۔الابیاری، إبراهيم بن إسماعيل، الموسوعة القرآنية، مؤسسة سجل العرب، الطبعة: 1405 ه۔، ج:۸، ص:۲۹

Al-ābyarī, ībrāheem ībn e īsmāīl, Al-Māosoātul Qurānīyā, Moāsesātul Sājāl āl-ārab, 1405, 8, 29

27 ۔ایضاً ج:۸، ص:۲۹

Ibid

میں سے ہے وہ اسے محرمات شریعت میں سے نہیں مانتے اور غامدی کا کہنا ہے کہ قرآن میں کئی ذکر نہیں ہوا ہے کہ شراب حرام ہے جیسا کہ غامدی کے تبلیغی ویب سائٹ میں اس کا ذکر موجود ہے۔[28]

حالانکہ حرمت شراب کے حوالے سے احادیث کثیرہ وارد ہوئے ہیں لیکن جناب جاوید احمد غامدی اس کو حجت نہیں مانتے اس کے علاوہ قرآن کریم میں چار الفاظ ذکر ہوئیں ہیں وہ چار الفاظ اس کی حرمت پر دال ہیں سورہ المائدہ میں اللہ تعالی کا حرمت شراب کے حوالے سے فرمان ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ"[29]

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟"

اس آیت کریمہ میں حرمت شراب کے حوالے سے چار الفاظ ایسے ہیں جو شراب کی حرمت پر دال ہیں اور جب یہ چار الفاظ ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو حرمت میں اور زیادہ تاکید آجاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

۱۔ پہلا لفظ:　"رِجْسٌ"

۲۔ دوسرا لفظ:　"مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ"

۳۔ تیسرا لفظ:　"فَاجْتَنِبُوهُ"

۴۔ چوتھا لفظ:　"فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ"

ان الفاظ کو ملا کر جس قدر تاکید حرمت شراب میں آئی ہے شاید کسی اور چیز کے بارے میں یہ حکم اتنی تاکید سے نہیں آئی ہو، البتہ اگر جناب غامدی کا یہ کہنا ہے کہ یہاں تو لفظ حرمت کا تذکرہ نہیں ہوا ہے تو یاد رکھئے کہ حرمت کو ثابت کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ صریح الفاظ میں لفظ حرمت کا ذکر کیا جائے بلکہ حرمت کو بیان

---

[28]۔ Urdo.understanding.islam.org

[29]۔ سورہ المائدہ، 5:90۔91

Al-Qurān,5:91-92

کرنے کے لئے اور بھی بہت سارے الفاظ ہیں جو حرمت پر دال ہیں بلکہ بسا اوقات تو لفظ حرمت سے جو ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ دیگر الفاظ میں تاکیدی اُسلوب سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اس مقام پر قرآن کے الفاظ دال ہیں اور اگر حرمت کو ثابت کرنے کے لئے لفظ حرمت کا ذکر کرنا ہی لازمی ہو تو پھر بہت ساری چیزیں قرآن میں ایسی ہیں جو جناب غامدی کے یہاں بھی حرام ہیں مگر ان کے لئے حرام کا لفظ ذکر نہیں ہوا ہے۔

اور اگر قرآن کریم کی کچھ آیات کو ملا کر قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں شراب کے لئے بھی حرام کا لفظ مستعمل ہے مثال کے طور پر سورہ البقرہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"إِثْمُهُمَا أَكْبَرُمِنْ نَفْعِهِمَا"[30]

"ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔"

سورہ البقرہ کی مذکورہ آیت کریمہ میں شراب کے لئے "اثم "گناہ کا لفظ مستعمل ہوا ہے جب کہ سورہ الاعراف میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"قُلْ إِنَّما حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَواحِشَ ما ظَهَرَ مِنْها وَما بَطَنَ وَالْإِثْمَ"[31]

"آپ کہہ دیجئے کہ تیرے رب نے تمام فواحش خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن کو حرام قرار دیا ہے اور گناہ کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

اس آیت میں جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے ان میں ایک چیز "اثم "اور گناہ ہے جو کہ اللہ کے کلام میں حرام ہے اور چونکہ اللہ ہی کے کلام میں شراب بھی گناہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شراب بھی حرام ہے منطقی قضایا میں اس کی شکل یوں بنتی ہے:

صغری	کبری
شراب گناہ ہے۔	اور ہر وہ چیز جو گناہ ہو وہ حرام ہے۔

نتیجہ: لہذا شراب حرام ہے۔

---

30 ۔ سورہ البقرہ:219:2

Al-Qurān,2:219

31 ۔ سورہ الاعراف،33:7

Al-Qurān,7:33

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ شراب کے لئے صریح لفظ حرام بھی قرآن ہی میں مستعمل ہوا ہے جس سے غامدی کا قرآنی آیت کا جو چار چیزوں میں حصر تھا وہ بھی ٹوٹ گیا اور کھانے پینے کی چیزوں میں اس کا اُصول فطرت بھی منہدم ہو گیا۔

ایک اور زاویہ سے اگر دیکھا جائے تو مردار یعنی وہ جانور جو خود بخود مر جائے جس کو مردار اور میتة کہا جاتا ہے وہ تو شریعت میں بھی اور جناب غامدی کے یہاں بھی حرام ہے۔ غامدی صاحب نے آیت مذکورہ کے یہاں اس کی تشریح فرمائی ہے حالانکہ حدیث میں آتا ہے:

"هوالطهورماؤه الحل ميتته"[32]

"سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کی مردار (مچھلی) بھی پاک ہے۔"

اس حدیث کو ملحوظ خاطر رکھ کر جناب غامدی سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے یہاں تو اُصول فطرت یہی ہے کہ میتة اور مردار جانور حرام ہے حالانکہ آپ سب کا اجماع ہے کہ سمندر کی مچھلی حلال ہے اگر دیکھا جائے تو سمندر کی مچھلی تب ہی کاٹی جاتی ہے جب وہ خود بخود مر جائے بالفاظ دیگر کہ جب وہ مردار ہو جائے تو اس کی حلت کی دلیل سوائے حدیث کے اور کیا ہو سکتی ہے جس کو آپ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مچھلی کھانے کے لئے تیار ہے اس سوال کا جو جواب آپ کے ذہین میں آئے گا وہ ہمیں قبول ہو گا مگر حقیقت یہی ہے کہ آپ بھی کہو گے کہ نہیں اس کی حلت کا مدار حدیث پر ہی ہے اُصول فطرت پر اس کا مدار نہیں کیونکہ فطرت نے تو اسے نجس اور حرام قرار دیدیا ہے۔

فطرت نے جب ایک چیز کو حرام قرار دیا وہ پھر کبھی کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتا کیونکہ انسانی وجدان کا فیصلہ ہے کہ یہ حرام اور جانائز ہے جب کہ قرآن کا فرمان ہے:

"فَمَنِ اضْطُرَّغَيْرَبَاغٍ وَلاعادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ"[33]

"ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

32۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الطھارت، باب الوضوء بالنبیذ، ح:۸۳،، ج:۱، ص:۶۲

Abu Dāwood,Sulemān ībn e Ashās,Al-Sunān,Kītābutaharat,Babu Al-Wazoo Binabeez,Hādes No:۸۳,۱,۶۲

33۔ سورہ البقرہ، 2: 173

Al-Qurān,2:173

یعنی اگر کوئی "مضطر" ہو اور مجبور ہو جائے پھر یہی اللہ کے حرام کردہ کو کھائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے جس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ تب یہ چیزیں حلال ہیں حالانکہ فطرت نے تو اس کو حرام قرار دیا ہے اب ہو کیسے حلال ہو سکتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حلت و حرمت کا تعلق فطرت اور عقل انسانی سے نہیں ہے بلکہ یہ اس سے بالاتر ہے یہ حکم صرف اور صرف شریعت ہی سے معلوم ہوتا ہے اور یہ حکم وحی الٰہی ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح جناب جاوید احمد غامدی کہتے ہیں کہ گدھا، گھوڑا اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ دستر خوان کی لذت نہیں بلکہ یہ سواری کے جانور ہیں تو غامدی صاحب سے سوال یہ ہے کہ اُونٹ کے بارے میں کیا خیال ہے یہ تو سب سے بہتر سواری اور مال برداری کا جانور ہے جو سواری اور مال لے جانے کا کام اُونٹ سے لیا جا سکتا ہے وہ کوئی اور جانور نہیں کر سکتا مگر پھر بھی حلال ہے۔

جناب جاوید احمد غامدی کا فرمان ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں قرآن نے اصلا یہ چار ہی چیزیں حرام قرار دی ہیں یعنی ان چار چیزوں کے علاوہ جو چیزیں ہیں اُن کی حلت و حرمت کا مدار اُصول فطرت پر ہے۔[34]

جناب غامدی کی اس عبارت کے تناظر میں ڈاکٹر محمد زبیر لکھتے ہیں کہ :

"اگر تو حلت و حرمت کی بنیاد فطرت ہی ہے تو حلال و حرام میں اختلاف کیوں ہے مثلا حنابلہ کے نزدیک ہاتھی، شوافع کے نزدیک گھوڑا، مالکیہ کے نزدیک حشرات الارض حلال ہیں شرعی دلائل کی روشنی میں حلال و حرام، جائز و ناجائز کے باب میں فقہاء کے اختلاف کے اسباب پر تو مستقل کتابیں موجود ہیں اور اسباب معقول بھی ہیں لیکن فطرت سلیمہ کے حامل فقہاء کی فطرت میں اختلاف کہاں سے دَر آیا۔"[35]

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کے کھانے سے منع فرمایا اُن چیزوں کے بارے میں جناب جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں کہ :

---

[34] ۔غامدی، جاوید احمد، تفسیر البیان، ج:۱، ص:۳۷

Ghāmdī,jawed Ahmad, Tafseer Albiān,Vol 1, p 37

[35] ۔ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، فکر غامدی کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ، مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۲۲۰

Dr,Hāfiz,Muhāmmād Zubair,Fīkr e Ghāmdī kā Tāhqeqe āwr tājāzeyatī Mutālā,Māktābā Rahmātul lel ālāmeen,Lāhore,2012,220

"اس اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ چنانچہ دین اسلام نے اچھی اور بری چیزوں کی تمیز کو انسان کے اختیار پر چھوڑا ہے۔ کہ حضرت محمد سے جن جانوروں اور پرندوں کے کھانے کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے وہ یہی فطرت انسانی ہے۔اور کتاب اللہ میں شراب کی حرمت بھی اسی قبیل سے ہے۔"[36]

قرآن کی طرح یہاں حدیث میں بھی جو حلت و حرمت وارد ہوئی ہے اس سے جناب غامدی نے شریعت کے بیان کی بجائے فطرت کا بیان لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں فطرت کو بیان کیا ہے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہاں شریعت کا بیان ہے فطرت کا نہیں پھر بھی جناب غامدی کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ میرے نزدیک تو حدیث رسول سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی ہے یہ کہہ کر قصہ ختم کر دینگے حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ:

"اسلام دین فطرت ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فطرت انسانی اس قابل ہے کہ اس سے دین اسلام، احکام الٰہی، اوامر و نواہی یا حلال و حرام کا تعین ہو سکے، اسلام کا دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے بذریعہ وحی بندوں کو جس فعل کے کرنے کا حکم دیا ہے فطرت سلیمہ اس فعل کے کرنے کی طرف ایک فطری رجحان اپنے اندر محسوس کرتی ہے اور جس چیز کے کرنے سے اللہ تعالی نے بذریعہ وحی ہمیں روک دیا ہے فطرت سلیمہ بھی اس فعل سے اِبا محسوس کرتی ہے۔"[37]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ احکام الٰہی دین فطرت انسانی کے مطابق تو ہے لیکن فطرت انسانی سے ان کا تعین نہیں ہو سکتا، یہی غلط فہمی جس میں جناب غامدی صاحب مبتلا ہے کسی دور میں معتزلہ کو لگی تھی کہ عقل سے شریعت کا تعین ہو سکتا ہے، عقل جس چیز کو اچھا سمجھے شریعت میں بھی وہ چیز مستحسن ہے اور عقل جس چیز کو برا سمجھے شریعت میں بھی وہ چیز بری ہے جو دعوی کسی زمانے میں معتزلہ کا تھا آج وہی دعوی جناب جاوید احمد غامدی کر رہے ہیں، غامدی کے بقول مباحات فطرت سے متعلق اللہ کے احکامات، طیبات و خبائث کے بیان میں حلال و حرام اور معروف و منکر کی تفسیر میں اوامر و نواہی کی تفسیر کرنے کے لئے فطرت انسانی سب سے بڑا اور بنیادی ماخذ ہے۔

---

[36] ۔غامدی، جاوید احمد، میزان، ص:۶۲۹

Ghāmdī,jawed Ahmad,Mīzān,629

[37] ۔ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، فکر غامدی کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ، ص:۲۱۵

Dr, Hāfiz,Muhāmmād Zubair,Fīkr e Ghāmdī kā Tāhqeqe āwr tājāzeyātī Mutālā,2012,215

غامدی کی طرح معتزلہ کا مذکورہ موقف قرون اُولی سے جمہور علماء عقائد خاص کر ابو منصور ماتریدی، اور ابوالحسن اشعری نے رَد کر دیا اور اہل سنت کے موقف کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ دین اور شریعت کے احکام وحی الٰہی پر موقوف ہیں۔

نتیجہ بحث یہ کہ جناب غامدی کا ایک اُصول فطرت ہے جس سے دیگر فروعی احکام کے استنباط کی طرح کھانے پینے کی چیزوں میں حلت و حرمت کو بھی ثابت کرتے ہیں اگر جناب جاوید احمد غامدی کے اِس اصول کو مان لیا جائے تو اس کے نتیجے میں شریعت کی تمام حرام کردہ حلال قرار پائیں گی اور ہر انسان کو آزادی ہو گی کہ جسے چاہے حلال سمجھ کر کھالے اور جسے چاہے حرام سمجھ کر چھوڑ دے۔

خلاصہ:

اس مضمون کا خلاصہ بحث یہ ہے کہ مذکورہ مضمون میں جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے سب سے پہلے جاوید احمد غامدی کا تعارف پیش کیا گیا ہے اس کے بعد جناب غامدی کے اُصول اور مبادی شریعت کا ایک مختصر تعارفی جائزہ لیا گیا ہے اور اس تعارف میں غامدی کے اُصول اور مبادی اربعہ پیش کئے گئے ہیں جو کہ فطرت، سنت ابراہیمی، صحائف انبیاء اور قرآن کریم ہے، اس میں سب سے پہلا اُصول جو کہ جناب غامدی کے تمام اُصولوں میں مضبوط تر اُصول ہے وہ اُصول فطرت ہے اس اُصول کا مفصل تنقیدی جائزہ لے کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مذکورہ اُصول قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے، اسلامی تعلیمات، قرآن حدیث اور اسی طرح گذشتہ انبیاء کرام کے صحائف کا تقاضا ہے کہ زنا حرام ہے مگر فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ایک ضرورت ہے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی طرح جہاں اور جیسے آسانی سے میسر ہو اسے کیا جائے اسی طرح داڑھی کا مسئلہ ہے کہ داڑھی فطرت کے مطابق ہے اسے چھوڑا جائے جب کہ جناب غامدی خود اپنے اس اُصول کے برخلاف کر رہے ہیں کہ داڑھی کو اُصول فطرت میں شمار کر کے اسے دین کا حصہ نہیں سمجھتے ہیں اسی طرح اُصول فطرت سے متعلق ایک مسئلہ حلت و حرمت کا ہے کہ حلت و حرمت کا حکم لگانا یہ شریعت کا کام ہے نہ کہ فطرت کا جب کہ غامدی صاحب حلت و حرمت کو اُصول فطرت میں داخل کرتے ہیں اس حوالے سے مذکورہ اُصول کا مفصل تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جس میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ حلت و حرمت کے حوالے سے اُصول فطرت سے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل صحیح نہیں ہے الغرض جناب جاوید احمد غامدی کا اُصول فطرت آپ ہی کا وضع کردہ اُصول ہے جس کو تاریخ اسلام کے چودہ سو سال میں کسی نے نہیں اپنایا ہے اور نہ ہی اس سے استدلال کیا ہے۔

تجاویز و سفارشات:

مذکورہ تحقیقی مضمون کے حوالے سے درج ذیل سفارشات پیش خدمت ہیں:

ضرورت اس امر کی ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی کے تمام اُصولوں کا تحقیقی جائزہ لیا جائے کہ ان اُصولوں کا اصل مصدر کیا ہے؟

دوسری اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق کی جائے کی ان اُصولوں کے پیچھے اغراض و مقاصد کیا کیا ہیں؟

آخری سفارش یہ کہ ان اُصولوں کا دیگر مجتہدین کے اُصول سے تقابلی جائزہ لیا جائے اور اس کے نتائج پیش کئے جائیں۔

نتائج بحث:

مذکورہ آرٹیکل کے نتائج بحث مختصر انداز میں مندرج ذیل ہیں:

جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کو تاریخ اسلام میں تاحال کسی نے اُصول نہیں بنایا ہے۔

جناب جاوید احمد غامدی کے اُصول فطرت کے جو فروعی مسائل ہیں وہ خود ایک دوسرے کے متوازی اور مقابل ہیں ان میں ٹکراو ہے۔

درحقیقت اُصول فطرت رہنمائی تو کرتا ہے مگر شریعت کے اُصول بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License